جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

A Comparative Study of Approaches to Intellectual Upbringing in the Quran and the Gita

Syed Abbas Mehdi [1] and **Ali Hemmat Banari** [2]

1. Ph.D. Scholar (Specialization: Qur'an and Education) of Al-Mustafa International University
E-mail: hasani92@yahoo.com

2. Assistant Professor of Educational Sciences, Al-Mustafa International University
E-mail: Alihemmat_Benari@miu.ac.ir

Article Info

Article type:
Research Article

Article history:
Received:
2 March 2026
Received in revised:
26 May 2026
Accepted:
5 June 2026
Available online:
24 June 2026

Keywords:
Qur'an;
Bhagavad Gita;
intellectual education;
rational training;
comparative study;
parables;
warning;
reflection;
questioning;
argumentation

ABSTRACT

This study aims to examine and compare the methods of intellectual education in the Qur'an and the Bhagavad Gita, focusing on selected Qur'anic verses and passages from the Gita. It seeks to identify shared and divergent approaches to cultivating reason, reflection, and understanding, an area that has not received sufficient scholarly attention.The findings show that the Qur'an offers more practical, comprehensive, detailed, and particular guidance for intellectual education. These include reflection on cosmic and internal signs, the stages of human creation, the remains and traditions of past nations, and divine laws. Both texts employ methods such as parables, warning (indhār), invitation to thought and reason, and questioning. However, a fundamental difference exists: in the Qur'an, parables aim at reflection and lesson-taking; the invitation to thought and reason is presented with argumentation, and humans are directed to proof and evidence when accepting a command. The Gita contains such methods but not to the same extent. The Qur'an also uses rational and argumentative dialogue, comparison, storytelling, attention to others' views, entrusting judgment to the audience, and lesson-taking. Its questions aim not merely to ask but to stimulate independent thought, discovery of truth, and intellectual growth. The Gita also emphasizes correct thought, reflection on creation, and question-and-answer, but its treatment is less extensive.Both the Qur'an and the Gita regard reason as a perceptive faculty that distinguishes right from wrong and leads to human perfection. However, the Qur'an discusses and emphasizes reflection and reasoning far more, with over ۳۰۰verses. Its methods are more comprehensive, argumentative, and varied, making it distinctive in intellectual education

Cite this article: Mehdi & Banari. (2026). A Comparative Study of Approaches to Intellectual Upbringing in the Quran and the Gita

New Horizons in Quranic Studies, 2 (3), 198-226

CC BY © The Author(s). **Publisher:** Al-Mustafa International University

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث
ششماہی علمی مجله جدید قرآنی افکار، جنوری تا جون ۲۰۲۶، سال۲، شماره ۳
New Horizons in Quranic Studies, january - june 2026/ Vol.2, No. 3
A Comparative Study of Approaches to Intellectual Upbringing in the Quran and the Gita

قرآن اور گیتا میں عقلی تربیت کے روشوں کا تقابلی جائزہ*

سید عباس مہدی [1] اور علی ہمت بناری [2]

CC BY

اشاریہ

یہ تحقیق قرآن مجید اور بھگوت گیتا میں عقلی تربیت کے روشوں کا تقابلی جائزہ پیش کرتی ہے، بالخصوص قرآن کی آیات اور گیتا کے منتخب فقروں کی روشنی میں۔ اس کا مقصد دونوں متون کے تعلیمی مضامین کا موازنہ اور ان کے مشترکہ و اختلافی پہلوؤں کی وضاحت ہے، کیونکہ اس موضوع پر خاطر خواہ تحقیق نہیں ہوئی۔ تحقیق توصیفی، تحلیلی اور تقابلی طریقے سے کی گئی ہے۔ پہلے قرآن مجید کی عقلی تربیت سے متعلق تعلیمات بیان کی گئی ہیں، پھر گیتا کے منتخب فقروں سے موازنہ کیا گیا اور آخر میں مشترکات و اختلافات واضح کیے گئے ہیں۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید عقلی تربیت کے حوالے سے زیادہ عملی، جامع، مفصل اور جزئی تعلیمات پیش کرتا ہے، مثلاً آفاقی و انفسی آیات، انسان کی تخلیق کے مراحل، گزشتہ اقوام کے آثار اور سنن میں غور و فکر، اور دیگر عقلی و فکری اصول۔ دونوں متون میں مثالوں کا استعمال، اسلوبِ انذار، تفکر و تعقل کی دعوت اور سوالات جیسے طریقے پائے جاتے ہیں۔ تاہم بنیادی فرق یہ ہے کہ قرآن میں مثالوں کا مقصد غور و فکر اور عبرت ہے؛ تفکر و تعقل کی دعوت استدلالی انداز میں دی گئی ہے اور انسان کو دلیل و برہان کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ گیتا میں یہ انداز کم نظر آتا ہے۔ قرآن میں عقلی و استدلالی مکالمہ، تقابل، قصہ گوئی، دوسروں کے نظریات پر توجہ، قضاوت مخاطب کے سپرد کرنا اور عبرت آموزی جیسے متعدد طریقے بھی بیان ہوئے ہیں۔ قرآن اور گیتا دونوں عقل کو ایک ادراکی قوت مانتے ہیں جو درست و نادرست میں تمیز کرتی ہے اور انسان کی سعادت و کمال کا سبب بنتی ہے۔ تاہم قرآن میں تعقل و تفکر پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس موضوع پر ۳۰۰ سے زائد آیات موجود ہیں۔ قرآن کے عقلی تربیت کے روش زیادہ جامع، استدلالی اور متنوع ہیں، جو اس کی خصوصیت اور امتیاز کو واضح کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: قرآن؛ بھگوت گیتا؛ عقلی تربیت؛ فکری تربیت؛ تقابلی مطالعہ؛ تمثیلات؛ انذار؛ تفکر؛ سوال و جواب؛ استدلال

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۶/۳/۲ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۶/۶/۵

۱. پی ایچ ڈی اسکالر قرآن اور تربیت ،المصطفی انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران (hasani92@yahoo.com).

۲. اسسٹنٹ پروفیسر ،المصطفی العالمیہ یونیورسٹی، قم، ایران (Alihemmat_Benari@miu.ac.ir).

تمہید

پروردگارِ عالم نے ہر انسان کی فطرت میں قوتِ تعقل و تفکر ودیعت فرمائی ہے وہی قوت جس کے ذریعے انسان دیگر مخلوقات سے امتیاز حاصل کرتا ہے لیکن مختلف اسباب، بالخصوص نفسانی خواہشات اور میلانِ نفس کے غلبے کے باعث، انسان صحیح طرزِ فکر سے محروم ہو جاتا ہے اور آخرکار نامطلوب اور گمراہ کن نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید درحقیقت کتابِ تفکر و تعقل ہے۔اگر اس الہامی کتاب کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور اس کی آیتوں میں دقیق نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اس میں تین سو سے زائد ایتیں ایسی ہیں جو انسان کو تفکر، تدبر اور تعقل کی دعوت دیتی ہیں یا پیغمبرِ اکرمؐ کو حق کے اثبات اور باطل کے ابطال کے لیے استدلالی اسلوب کی تعلیم دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک مقام پر بھی اپنے بندوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ سمجھے بغیر قرآن پر یا کسی بھی الہامی حکم پر ایمان لے آئیں یا اندھی تقلید کے ساتھ کسی راستے پر چل پڑیں (محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن ، ج۵ ،ص ۲۵۵-۲۷۰) حتیٰ کہ منافقین کو بھی الٰہی ایتیں میں تدبر کی دعوت دی گئی ہے اور تدبر نہ کرنے پر انہیں ملامت کا نشانہ بنایا گیا ہے أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۔ (محمد/۲۴). "کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟"۔ (ناصر مکارم شیرازی، ترجمہ قرآن، ص۵۰۹)

اسی بنا پر اہلِ ایمان اور اسلام کو سب سے زیادہ قرآن کی آیتوں میں تفکر وتدبر کرنا چاہیے قرآن کی نگاہ میں وہ افراد جو اپنی عقل و فکر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے، بدترین جاندار قرار دیے گئے ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ (سورہ انفال/۲۲)"بے شک اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (ایضاً،ص۱۷۹.) قرآنِ مجید کا منطق، دلیل اور برہان پر مبنی منطق ہے۔ وہ ہر مقام پر اہلِ عقیدہ سے اپنے عقائد کے اثبات کے لیے دلیل اور حجّت کا مطالبہ کرتا ہے۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔(بقرہ/۱۱۱)"کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اس امر پر اپنی دلیل پیش کرو۔" (ایضاً، ص۱۷)

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

اور خود بھی اپنے دعووں پر عقلی برہان قائم کرتا ہے، چنانچہ توحیدِ الٰہی کے اثبات میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا انبیا/۲۲) "اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہو جاتا اور کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔" (ایضاً، ص ۳۲۳)

تربیتی نقطۂ نظر سے انسان کی عقلی جہت کی پرورش تربیتی لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ معلم اور زیر تربیت فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی جذباتی اور سماجی تربیت میں مدد کریں تعلیم کے دوران ان کی فکری اور عقلی نشو ونما اور تربیت پر پوری توجہ رکھیں۔(علی شریعتمداری، روانشناسی تربیتی، ص ۱۹)

عقلی تربیت سے مراد ایسے اسباب و حالات کی فراہمی ہے جو فکر و تعقّل کو جنم دیں، رکاوٹوں کو دور کریں اور اُن مؤثر عوامل اور روشوں سے فائدہ اٹھائیں جو زیر تربیت فرد تعقلانی صلاحیتوں کی پرورش اور نشو ونما کا ذریعہ بنیں نیز ان صلاحیتوں کے درمیان توازن اور ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ اسی راستے سے زیر تربیت فرد تدریجی اور مسلسل عمل کے دوران اپنے عزم کے ساتھ باطنی طور پر تربیت کے نہائی مقصد یعنی قربِ الٰہی کی طرف رہنمائی حاصل کر سکے۔(نظام نامہ تربیتی جامعہ المصطفیٰ، ص ٦٦)

عقلی تربیت کے دو بنیادی پہلو ہوتے ہیں ایک پہلو شناخت کا ہے اور دوسرا عمل کا۔ ان دونوں جہتوں میں زیر تربیت فرد کی مطلوبہ اور متوازن نشو ونما ضروری ہے شناخت کو خالص اور پاکیزہ ہونا چاہیے، تاکہ اس کا نتیجہ زیر تربیت فرد کو برے اعمال سے باز رکھنا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فراہم کرنا ہو۔ قرآنِ کریم نے اس پہلو میں انسانی عقل کی پرورش پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس مقصد کے حصول اور اس کے ثمر آور ہونے کے لیے مختلف روشوں سے استفادہ کیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کس طرح درست انداز میں سوچنے کے قابل ہو سکتا ہے؟ قرآنِ مجید نے مختلف مواقع اور حالات کے لیے متعدد طریقے بیان کیے ہیں۔ عقلی پہلو میں جس امور پر خاص طور پر توجہ دینا ضروری ہے وہ مناسب تربیتی روشوں کا استعمال ہے۔

لفظِ "روش" لغوی اعتبار سے قاعدہ، قانون، راہ، اسلوب، طرز، اور منہج کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔(رک. علی اکبر دہخدا، لغت نامہ، ذیل واژہ ی روش») جبکہ اصطلاحی مفہوم میں روشیں وہ (محمد علی حاجی دہ آدی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلامی، ص ۲۰) عقلی تربیت کی روش ایک منظّم اور با مقصد سرگرمی ہے، جس کا ہدف میدان فراہم کرنا، رکاوٹوں کو دور کرنا اور مؤثر عوامل و اسلوب کے ذریعے عقل و فکر کی پرورش اور

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

اس کی شکوفائی کو ممکن بنانا ہے تاکہ تربیت پانے والے افراد اپنے آزاد اور سرگرم ارادے کے ساتھ، ان روشوں کو اختیار کرتے ہوئے باطنی طور پر تزکیۂ نفس کے ذریعے تربیت کے اعلیٰ و آخری مقصد، یعنی قربِ الٰہی، کی طرف رہنمائی حاصل کر سکیں۔ (محمد احسانی، تربیت عقلانی از منظر قرآن، ص۱۳۹)۔

موجودہ تحقیق میں عقلی تربیت کی روشوں سے مراد وہ تدابیر اور حکمتِ عملی ہیں جو عقلانی پہلو کی نشوونما اور پرورش کا سبب بنتی ہیں۔ اس غرض سے کہ انسان کو کائنات شناسی، خود شناسی اور بالآخر خدا شناسی تک رہنمائی حاصل ہو۔ یہاں پر قرآنِ مجید اور گیتا میں عقلی تربیت کی بعض روشوں کا جائزہ لیا جائے گا، جیسے ۔ مثالوں کا استعمال، اسلوبِ اِنذار سے استفادہ، قوتِ فکر کو متحرک بنانے کے لیے سوالات کا طریقہ عقلی و استدلالی مکالمے کا استعمال۔

ا۔ تمثیلات کا استعمال

تمثیل اخلاقی اور سماجی حقائق جو حس و لمس سے ماوراء ہیں محسوس شکل میں پیش کرتی ہے تاکہ وہ انسان کے ذہن کے قریب تر آئیں۔ اسی لیے تمثیل نفوس پر اثر ڈالنے کے بہترین اسالیب میں سے ایک ہے۔ عقلی تربیت کے تناظر میں تمثیل کا مقصد یہ ہے کہ معقول اور پیچیدہ امور کو محسوس اور قابلِ فہم صورت میں پیش کیا جائے تاکہ فکر و تدبر کے لیے میدان فراہم ہو سکے۔

مثالوں اور تشبیہ کا بنیادی مقصد کسی موضوع کو دوسرے موضوع کی مشابہت کے ذریعے مخاطب کے ذہن میں واضح اور مجسم کرنا ہے۔ (حسین بن محمد راغب اصفہانی، مفردات القرآن الکریم، لفظ «مثل و شبہ».)

قرآنِ کریم میں ہر جگہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اور ان لوگوں کی ملامت کی گئی ہے جو تدبر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ مثالوں اور تشبیہ کی ایک حکمتِ عملی کو غور و فکر قرار دیتا ہے وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (حشر/۲۱.) "اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں۔" (ناصر مکارم شیرازی، ترجمہ قرآن، ص۵۴۸)

تمثیل اور تشبیہ کی ایک حکمتِ پند و عبرت حاصل کرنا ہے يَضْرِبُ اللهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔(سورہ ابراہیم/۲۵.) "اللہ لوگوں کے لیے مثالیں پیش کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔" (ایضاً، ص۲۵۹.)

قرآنِ کریم عقلی حقائق کو بیان کرنے اور مفاہیم کو واضح کرنے کے لیے مثالوں اور تشبیہات پر خاص توجہ دیتا ہے اور انسانی عقل و فکر کی پرورش کے لیے کثرت سے مثالوں کا استعمال کرتا ہے۔ (علی اصغر حکمت، امثال القرآن، ص۱۲۱) ذیل میں بعض مثالوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

۱-۱: خداوند عالم کی مثال نور سے

اللہ تعالیٰ سورۂ نور کی آیت ۳۵ میں ارشاد فرماتا ہے۔ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں ایک نہایت روشن چراغ رکھا ہو۔ وہ چراغ ایک شفاف شیشے کے حباب میں ہو اور وہ حباب ایسا چمکدار ہو گویا ایک درخشاں ستارہ ہے۔ یہ چراغ ایک بابرکت زیتون کے درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے، جو نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی۔ اس کا تیل اس قدر صاف، لطیف اور خالص ہے کہ قریب ہے آگ اسے چھوئے بغیر ہی روشن ہو جائے۔ یہ نور پر نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔

یہ نور ہے نور کے اوپر نور اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ وہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔. (ایضاً۔ ص ۳۵۴.)

۱-۲: دنیاوی زندگی کی مثال پانی سے

سورۂ یونس کی آیت ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ - دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم آسمان سے برساتے ہیں پھر اس کے سبب زمین کی مختلف پودے اُگ آتے ہیں جن سے انسان اور جانور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی پوری رونق و زیبائی حاصل کر لیتی ہے خوب سنور جاتی ہے اور اس کے رہنے والے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اب وہ اس پر

پورا اختیار رکھتے ہیں تو اچانک رات کے وقت یا دن کے دوران ہمارا حکم آ پہنچتا ہے اور ہم اسے اس طرح کاٹ کر رکھ دیتے ہیں گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو ان کے لیے واضح طور پر بیان کرتے ہیں ان افراد کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (ناصر، مکارم شیرازی، ترجمہ قرآن، ص ۲۱۲.)

۳: مؤمنوں اور منکروں کی مثال بینا اور نابینا سے

اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ (سورہ ہود/۲۴) ان دونوں گروہوں (مؤمنوں اور منکروں) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا بینا اور سننے والا ہو۔ کیا یہ دونوں مثال کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ (ایضاً، ص ۲۲۴)

قرآنی مثالوں کا عقلی تربیت میں کردار

قرآنِ مجید انسانوں کی عقلی تربیت کے لیے نازل کیا گیا ہے اسی بنا پر مثالوں اور تشبیہ کا مقصد ابہام کو دور کرنا اور حقائق کے ادراک کے لیے فکر و تدبر کو بیدار کرنا ہے۔ (سید احمد احدی، اصول و روش ہای تربیت در اسلام؛ ص ۱۳۰.) چونکہ انسان مادی اور محسوس اشیاء سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں اس لیے گہرے اور دقیق عقلی مضامین کو مثالوں کے اسلوب کے ذریعے یعنی معقول کو محسوس کے قالب میں ڈھال کر ان تک منتقل کیا جاتا ہے تاکہ اس طریقے سے آہستہ آہستہ ان کے اندر عقلی اور غیر محسوس حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

مذکورہ آیتوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مثالوں کے اسلوب کے ذریعے غور و فکر، عبرت حاصل کرنے اور نصیحت قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآنی مثالوں کا بنیادی اور اہم ترین مقصد انسانی عقل کی تربیت و پرورش ہے یعنی قرآن مختلف مثالوں کے ذریعے تفکر، عبرت، نصیحت اور تعقل کے لیے ایک موزوں فضا فراہم کرتا ہے۔ (سید محمد. رضوی، فرہنگ امثال القرآن، ص ۲۳)

قرآنِ مجید مثالوں کے بیان کا ایک مقصد غور فکر قرار دیتا ہے۔ (سورہ حشر/۲۱.) جب انسان قرآنی مثالوں میں غور و فکر کرتا ہے تو اس تفکر کے نتیجے میں اس کی عقلی صلاحیت پروان چڑھتی ہے اور وہ حقیقت کو سمجھنے لگتا ہے۔

۲:انذار کے طریقۂ کار کا استعمال

لغوی اعتبار سے انذار ایسی خبر کو کہتے ہیں جس میں ڈرانا اور خبردار کرنا شامل ہو۔ (راغب اصفہانی، المفردات، ص۵۰۹) اصطلاح میں انذار سے مراد وہ آگہی ہے جس کے ذریعے انسان کو اس کے اعمال کے برے نتائج اور ناگوار انجام سے باخبر کیا جاتا ہے۔ (حاجی دہ آبادی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، ص۱۶۵.)

انذار ایک ایسا تربیتی روش ہے جس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ مربی، زیر تربیت فرد کے اعمال اور ان کے ممکنہ نتائج سے آگہی رکھتے ہوئے اسے اس کے ناپسندیدہ اسرگرم کے انجام سے خبردار کرے اور اسے ان سے باز رہنے کی تلقین کرے۔

انذار نہایت اہم تربیتی اسالیب میں سے ایک ہے جسے قرآنِ مجید نے خصوصی اہمیت دی ہے۔ قرآن میں لفظ انذار اور اس کے ہم معنی الفاظ تقریباً ایک سو چھپیس مرتبہ استعمال ہوئے ہیں اور خود قرآنِ کریم نے رسولِ اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو خبردار کرنے والا (منذر) قرار دیا ہے۔

نَذِيرًا لِلْبَشَرِ . (سورہ مدثر/۳۶) تمام انسانوں کے لیے ایک تنبیہ اور خبردار کرنے والا پیغام ہے۔(ناصر مکارم شیرازی، ترجمہ قرآن، ص۵۷۶)

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا - (سورہ نازعات/۴۵) تمہارا کام تو بس انہیں خبردار کرنا ہے جو اس (انجام) سے خوف رکھتے ہیں۔. (ایضاً، ص۵۸۴.)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ - (سورہ انعام/۴۸)اور ہم نے رسولوں کو اسی لیے بھیجا ہے کہ وہ خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے ہوں۔. (ایضاً، ۱۳۳)

قرآنِ مجید میں انذار کا اسلوب تبشیر کے مقابلے میں زیادہ استعمال ہوا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ نقصان سے بچاؤ، فائدہ حاصل کرنے پر مقدم ہوتا ہے اور جب انسان کو خبردار کیا جاتا ہے تو وہ اپنی قوتِ عقل کو زیادہ سرگرم طور پر بروئے کار لاتا ہے۔

عقلی تربیت میں طریقۂ انذار کا اثر

انسان ہر وقت لغزش، خطا، انحراف، گناہ، شر اور فساد کے خطرے سے دوچار رہتا ہے۔ انسانی سرکش نفسِ مسلسل اسے خدا کی نافرمانی کی طرف کھینچتا ہے اور برائیوں پر اکساتا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے وَمَا

أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۔ (یوسف/۵۳.) "میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں ٹھہراتا، بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔" . (ایضاً، ص ۲۴۲)

انذار ایک نہایت موزوں روش ہے جو انسان کو بیدار کرتا ہے، اسے ہوشیار بناتا ہے، اس کی اصلاح و تہذیب کرتا ہے اسے برائی اور انحراف سے جدا کرتا ہے۔ انذار دراصل انجام پر غور کرنے اور عاقبت اندیشی کا نام ہے اسی لیے یہ عقلی تربیت میں نہایت گہرا اور مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کی بہت سی آیتوں میں انبیائے کرام، خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی بنیادی ذمہ داری انذار بیان کی گئی ہے۔ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔(سورہ. نساء/۱۶۵.)

یہ وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم پہلے ہی تمہیں سنا چکے ہیں اور بعض کے حالات بیان نہیں کیے اور اللہ نے موسیٰ سے براہِ راست کلام فرمایا اور یہ شرف خاص طور پر انہی کو عطا ہوا۔(ایضاً، ص ۱۰۴)

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (قصص/۴۶.) اور تم اُس وقت کوہِ طور کے پاس موجود نہ تھے جب ہم نے ندا دی تھی لیکن یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے کہ اس نے یہ خبریں تم تک پہنچائیں تاکہ تم ان لوگوں کو خبردار کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا شاید وہ نصیحت حاصل کریں۔(ایضاً ص ۳۹۱)

إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۔ (فاطر/۲۳.) تم تو بس ایک خبردار کرنے والے ہی ہو۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں، تم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔(ایضاً، ص ۴۳۷)

إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۔ (ص/۷۰) میری طرف وحی کے ذریعے یہی بات بھیجی جاتی ہے کہ میں ایک واضح اور روشن خبردار کرنے والا ہوں۔(ایضاً. ص ۴۵۷)

بلاشبہ یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآنِ مجید میں اسلوب انذار کثرت استعمال کے باوجود انذار (خبردار کرنا) اور صرف خوف پیدا کرنا یا نفرت و بیزاری اجاگر کرنے کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔ قرآن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کے نتائج سے آگاہ ہوں، حالانکہ انسان عام طور پر اس بات سے اجتناب کرتا ہے کہ کوئی چیز اس پر زبردستی مسلط کی جائے۔

ضروری ہے کہ ہم سمجھیں کہ انذار اور تبشیر دونوں دراصل اعمال کے حقیقی نتائج کے بارے میں اطلاع اور آگاہی فراہم کرنے کے اسلوب ہیں۔(مرتضی مطہری، مجموعہ ی آثار، ص۲۰۸.) مذکورہ آیتوں اور انذار کے مفہوم کے تناظر میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انذار کے ذریعے زیر تربیت اشخاص اپنے اعمال اور ان کے مترتبہ نتائج سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے ناپسندیدہ اعمال کے انجام سے خبردار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انذار تذکرہ اور عاقبت اندیشی کا سبب بنتا ہے یاددہانی اور عاقبت اندیشی دونوں انسانی عقل کو زیادہ سرگرم کرنے کے لیے بطور بروئے کار لانے میں مدد دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں انذار عقلی تربیت میں نہایت مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

۳: صحیح تفکر اور تعقل کی طرف دعوت

لغوی معنوں میں تفکر وہ قوت ہے جو علم کو تیزی سے معلوم کی جانب لے جاتی ہے اور تفکر کا مطلب اس قوت کا عقل کی روشنی میں سرگرم ہونا ہے یہ خاص کر انسان کے لیے ہے جانور کے لیے نہیں۔ (رک: ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی، مفردات، ص۴۳۰. واژہ ی فکر)

اصطلاحی طور پر تفکر سے مراد دل کی اس امر میں مشغولیت ہے کہ وہ اشیاء کے معانی پر غور کرے تاکہ مطلوبہ ادراک حاصل ہو۔ (علی بن محمد بن علی، جرجانی، کتاب تعریفات، ص۸۸)

اسلامی تربیتی نظام کی بنیاد صحیح تفکر پر ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس نظام سے تربیت یافتہ افراد ہمیشہ غور و فکر کرنے والے ہوں جیسا کہ اعلیٰ نمونہ عمل یعنی رسول اکرم ﷺ، تمام تربیتی جہتوں کا محور ہونا چاہیے، اس کے بارے میں نے ہند بن ابی ہالہ تمیمی نے امام مجتبیٰؑ سے نقل کیا ہے:

«كان رسول الله دائم الفكر» (محمد بن یعقوب کلینی، الکافی، ج۱، ص۲۸.) "رسول خدا ﷺ ہمیشہ غور و فکر فرماتے رہتے تھے۔"

اس لیے تربیتی عمل ایسا ہونا چاہیے کہ زیر تربیت فرد صحیح تفکر کی جانب راغب ہو اور صحیح اندازِ غور فکر اس کا معمول بن جائے تاکہ حقیقی زندگی اس پر آشکار ہو۔ (محمد بن یعقوب کلینی، الکافی، ج۱، ص۲۸)۔

صحیح تفکر وہ ہے جو پوشیدہ استعدادوں کو عملی جامہ پہنانے اور خاص طور پر عقلی پہلو کی نشو نما میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

۱-۳- صحیح تفکر

صحیح تفکر عقل و خرد کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن کریم انسان کو اس کے افکار کے ذریعہ پرورش دیتا ہے فرشتے انسان کی فکر کے ذریعہ اس کی مدد کرتے ہیں اور شیطان بھی اس کی فکر کے ذریعہ اسے گمراہ کرتا ہے کیونکہ انسان ایک صاحب فکر مخلوق ہے سعادت کے حصول میں اس کی صحیح سوچ سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔(عبداللہ جوادی عاملی، تفسیر موضوعی قرآن، ج ۴، ص ۱۰۳)

اس صحیح تفکر کے طریقہ کو قرآن کریم خود انسانوں کی ہدایت کے طور پر بیان کرتا ہے اس کے محور یعنی انسان اور ماضی کے لوگوں کی تاریخ پر غور و فکر کو واضح کرتا ہے۔ ذیل میں ترتیب وار ان مقامات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے:

۱-۳-۱- کائنات میں تفکر

کائنات اور اس کے خالق کی تخلیقات پر غور و فکر کے ذریعے انسان خالق کائنات کی عظمت و بزرگی کو سمجھتا ہے نتیجتاً کائنات کے مقصد خلقت کا ادراک حاصل کرتا ہے۔ اس طرح سے اپنے عقل و خرد کی تربیت کرتا ہے۔ قرآن کریم، جو کہ عظمت الٰہی کا جلوہ ہے، کائنات کے قوانین اور انسان کے فرائض پر مشتمل ہے۔ نظام کائنات بذات خود ایک کتاب ہے جو انسانیت کے لیے کھلی ہوئی ہے اور اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا۔(سورہ آل عمران/۱۹۰-۱۹۱) " بیشک آسمانوں اور زمین کی پیداوار گردش لیل و نہار میں صاحبان عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہی لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اٹھتے، بیٹھے اور پہلو بدلتے آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: 'اے ہمارے رب! تُو نے یہ سب بے مقصد پیدا نہیں کیا، " ایضاً، ص ۷۴)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کے ذریعے عقل و خرد کی قوت پروان چڑھتی ہے انسان اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ کائنات حق پر مبنی اور بامقصد ہے اسطرح وہ اولوالالباب کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۱-۳-۲-انسان کی تخلیق میں غور فکر

انسان کی تخلیق میں غور و فکر اور اس کے بارے میں معرفت حاصل کرنا سب سے مفید اور بلند مرتبہ معرفت میں سے ہے اور حق کو جاننے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ روآیتوں میں معرفت کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے نقل ہے:

غَايَةُ المَعرِفَةِ أن يَعرِفَ المَرءُ نَفسَهُ . (ابو الفتح آمدی، غرر الحکم و درر الکلم، ج۲، ص۴۵.) "معرفت کی انتہا یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے۔"

قرآن میں انسان کی تخلیق پر غور و فکر کے بارے میں آیا ہے:

فَلۡيَنظُرِ ٱلۡإِنسَٰنُ مِمَّ خُلِقَ۔خُلِقَ مِن مَّآءٖ دَافِقٖ ۔يَخۡرُجُ مِنۢ بَيۡنِ ٱلصُّلۡبِ وَٱلتَّرَآئِبِ۔إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجۡعِهِۦ لَقَادِرٞ۔ (طارق/۵-۸.) "پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے! وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو کمر اور سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک وہی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ اسے واپس لوٹا دے ". (ایضاً، ص۵۹۱)

لفظ «فلینظر» اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کو لازماً غور و فکر کرنی چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے تاکہ اس تفکر کے برکت سے اپنی فکر کی قوت کو مضبوط کرے اپنے خالق کو پہچانے اور یہ سمجھ سکے کہ کس طرح ایک نجس قطرے سے اتنا عظیم وجود تخلیق کیا گیا۔

سورۃ غافر کی آیت ۶۷ میں انسان کی تخلیق اور اس کے مراحل کے بارے میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔"وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک نطفہ سے، پھر علقہ (جمے ہوئے خون) سے، پھر تمہیں بچے کی صورت میں ماں کے رحم سے باہر نکالتا ہے، پھر تم اپنی قوت کے عروج تک پہنچتے ہو، پھر بوڑھے ہو جاتے ہو اور تم میں سے کچھ قبل از وقت مر جاتے ہیں اور آخر میں تم مقررہ مدت تک پہنچتے ہو، شاید تم عقل سے کام لو۔" (ایضاً، ۴۷۵.)

آیت کے آخری جملے «لعلکم تعقلون» سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے مراحل بیان کرنے کا مقصد تدبر اور عقل کی تربیت ہے۔ مختلف مراحل کی تفصیل اور ان میں زندگی کے اسرار و عجائب پر غور و فکر

انسان کو تدبر کی طرف مائل کرتی ہے۔ واضح ہے کہ اس طرح کی عقلی غور و فکر انسانی سوچ پر بہت اثر انداز ہوتی ہے نتیجتاً انسان اپنی ذات اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

۱-۱-۳- گذشتہ لوگوں کے باقی ماندہ آثار اور روایات میں تفکر

قرآن مجید میں یہ بات بہت تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ انسان کو گذشتہ زمانے کے آثار، روایات اور حادثات پر حکمفرماں قوانین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ قرآن کریم تاریخ اور تاریخی روآیتوں کو اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ انسان نصیحت حاصل کرے اپنی اور معاشرہ کی اصلاح کرے۔

گذشتہ افراد کی زندگی، امتوں کا عروج و زوال اور ان کی عظمت یا پستی کی وجوہات پر غور و فکر قرآن میں اہم موضوعات میں سے ہیں ان پر بار بار تاکید کی گئی ہے۔ قرآن میں متعدد ایتیں ہیں جو انسان کو ماضی کی قوموں کا مطالعہ کرنے کی دعوت اور اسے حصول علم کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔

قرآن کے مطابق، انسانی تاریخ اور اس کی تبدلیاں ایک سلسلہ وار روآیتوں اور قوانین کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ تاریخی عظمت و ذلت، کامیابیاں و ناکامیاں، خوشحالی و مصیبتیں ایک منظّم اور دقیق نظام کے مطابق ہیں۔ ان قوانین اور نظام کو پہچان کر موجودہ تاریخ کو اپنے اختیار میں لیا جا سکتا ہے اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ-. (سورہ آل عمران/ ۱۳۷)

تم سے پہلے روایات رائج ہو چکی ہیں، پس زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جنہوں نے ان حقائق کو جھٹلائے جو ہم نے وحی کے زریعہ ان تک پہنچائے تھے۔" (مرتضی مطہری، مجموعہ ی آثار، ج ۲، ص ۶۹)

تاریخ، آثار، سرگذشت اور گذشتہ روآیتوں کا مطالعہ انسانی عقل کی نشو و نما اور فکر و ادراک کی تکمیل کے لیے ایک قیمتی ذریعہ ہے قرآن کریم نے اس کی اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے۔

مثال کے طور پر، سورۃ روم کی آیت ۹ میں ارشاد ہوا ہے: أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ -"کیا وہ زمین

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

میں نہیں چلتے تاکہ دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور زمین کو زیادہ آباد کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے، مگر اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔"

قران مجید اس آیت کریمہ میں بھی لوگوں کو تاریخ کے مطالعے کی دعوت دیتا ہے۔ یہاں تاریخ کا مقصد صرف نقل کرنے یا لفاظی نہیں ہے، بلکہ قرآن تاریخ کو اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ انسان اس میں خود کا جائزہ لے، بصیرت اور عبرت حاصل کرے۔ قرآن کا تاریخ بیان کرنے کا روش حکمت و درایت پر مبنی ہے نہ کہ محض روایتی یا فقہی انداز پر۔ اسی روش کے زریعہ انسان کو تاریخ کے مطالعے کی طرف مائل کیا جاتا ہے تاکہ وہ غور و فکر کے ذریعے سبق حاصل کرے۔ (مصطفیٰ دلشاد تہرانی،، سیرہ نبوی، ص۴۳۹.)

انسان کی عقلی تربیت میں گذشتہ اقوام کے آثار اور روایات میں صحیح تفکر کا کردار

جب انسان زمین کی سیر کرتا ہے اور گذشتہ اقوام کی تاریخ و آثار میں غور و فکر کرتا ہے ان کے زوال کی وجوہات کو سمجھتا ہے تو وہ اپنی موجودہ حالت کا ان کے ساتھ موازنہ کرتا ہے عبرت حاصل کرتا ہے اور اس طرح اپنی ادراکی قوت اور تعقل کو مزید پروان چڑھاتا ہے۔

سورۃ حج کی آیت ۴۶ میں فرمایا گیا ہے: أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔

"کیا وہ زمین میں نہیں چلے تاکہ دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے زمین کو زیادہ آباد کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے، مگر وہ انکار کرتے رہے اور اپنی سزا دیکھ لی۔ اللہ نے کبھی ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔" (ناصر مکارم شیرازی، ترجمہ قرآن، ص۴۰۵.)

اس آیت میں خداوند لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ ان قریوں اور شہروں کی سرگذشت سے عبرت حاصل کریں جو ہلاک اور ویران ہو گئے ان آثار کو دیکھیں جو گذشتہ امتوں نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں۔ زمین کی سیر بعض اوقات انسان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ غور کرے کہ یہ قومیں کس وجہ سے نابود ہو گئیں۔ اس تفکر کے نتیجے میں وہ سمجھ پاتا ہے کہ ان کا زوال خدا کے ساتھ شرک، آیتوں خدا کا انکار، حق کے خلاف غرور اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہوا۔ اس وقت انسان صاحبِ عقل بن جاتا ہے جو شرک و کفر سے مانع ہوتی

ہے۔ البتہ یہ تب ممکن ہے جب زمین کی سیر اسے حقیقی تعقل اور غور و فکر کی طرف مائل کرے۔ اسی وقت انسان صاحبِ قلب اور عقل بن جاتا ہے جو اسے شرک و کفر سے روکتی ہے۔ البتہ یہ تب ممکن ہے جب زمین کی سیر اسے حقیقی تعقل اور غور و فکر کی طرف مائل کرے۔ (محمد حسین طباطبایی، تفسیر المیزان، ترجمہ محمد باقر موسوی، ج ۱۴، ص ۵۴۹)

یقیناً گذشتہ زمانوں کے آثار اور روآیتوں کا مطالعہ تبھی فائدہ مند ثابت ہو گا جب انسان خود کو ماضی کے حالات اور روآیتوں کے تناظر میں رکھ کر غور کرے۔ اگر انسان اس نکتہ نظر سے گذشتہ آثار و روآیتوں پر تدبر کرے، تو یہ رویہ اسے تفکر اور تعقل کی طرف مائل کرے گا اور اس کی عقل کی قوت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا، تاکہ وہ ان کے تجربات سے کم از کم عبرت حاصل کرے اور خود اس سرنوشت کا شکار نہ ہو۔

۴: قوت تفکر کی صلاحیت کو متحرک کرنے کے لیے سوالات کا استعمال

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو تمام انسانی معاشروں کی ضروریات کو ہر پہلو میں بہترین طریقے سے پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور انسان کو اعلیٰ ترین درجات کی ترقی اور کمال کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے قرآن نے حکمت و بصیرت کی بہترین اور خوبصورت ترین تدبیریں اختیار کی ہیں۔

قرآن کا ایک روش جو مخاطب کو غور و فکر اور تدبر کی طرف مائل کرتا ہے وہ ہے سوالات کا استعمال۔ سوال ایک ایسا دروازہ ہے جس کے ذریعے انسان اپنے اندر علم و معرفت کے امکانات فراہم کرتا ہے۔

قرآن سوال کو بیان کرتا ہے اور جواب کو انسان کے ضمیر اور عقل کے سپرد کرتا ہے، تاکہ وہ اُس حقیقت پر غور کرے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے قرآن کے مقصد یعنی توحید اور الٰہی فضائل کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ قرآن عقلی تربیت اور تفکر کو مہمیز دینے کے لیے قرآن سوال کے لیے مختلف الفاظ و موضوعات سے استفادہ کرتا ہے۔ قرآن کا بنیادی مقصد انسان کی تربیت اور رہنمائی ہے اس مقصد کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ قوت عقل کو شکوفا کرنا ہے۔ (محسن ایمانی، تربیت عقلانی از منظر قرآن کریم، ص ۱۷۳.)

۱-۴: قرآنِ مجید میں پیش کیے گئے سوالات کی مثالیں

مخاطب اور زیر تربیت فرد کے ذہن میں سوال پیدا کرنا قرآنِ مجید کے عقلی تربیتی روشوں میں سے ایک اہم اسلوب ہے۔ قرآنِ حکیم میں عقل کی نشو و نما اور بیداری کے لیے مختلف نوعیت کے سوالات اٹھائے گئے ہیں جن میں سے مندرجہ درج ذیل ہیں:

- **خداوند کے بارے میں سوال:** قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (سورہ ابرہیم/۱۰) ان کے رسولوں نے کہا: "کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔" (ایضاً، ص۲۵۶)

- **قرآن کے بارے میں سوال:** أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (نساء/۸۲) یا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (ایضاً، ص ۹۱.)

- **کائنات کی تخلیق کے مقصد کے بارے میں سوال:** أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ - (سورہ روم/۸) یا انہوں نے اپنے آپ میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان موجود ہر چیز کو حق کے سوا پیدا نہیں کیا؟ (ایضاً، ۴۰۵)

- **انسان کی تخلیق کے بارے میں سوال:** أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ۔ (سورہ یس/۷۷.) کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا؟ (ایضاً، ص۴۴۵)

مزکورہ بالا ایتیں ان آیتوں میں سے ہیں جن میں خدا کے وجود، قرآن، کائنات کی تخلیق اور انسان کی خلقت کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآنی سوالات کا بنیادی مقصد مخاطبین کی عقل اور خرد کی تربیت ہے کیونکہ ان میں سے اکثر آیتوں میں غور و فکر اور تعقل کی دعوت دی گئی ہے۔

عقلی تربیت میں سوال کرنے کا کردار

انسان کی عقلی تربیت میں سوال کرنا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید میں دو مقامات پر باقاعدہ طور پر سوال کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔(. نحل/۴۳ و انبیاء/۷.) "اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ زکر سے پوچھ لو۔ (ایضاً، ص۳۲۲.)

سوال کے ذریعے انسان اپنی کھوئی ہوئی حقیقت کی جستجو کرتا ہے اس جستجو کی بنیاد اس کے اندر موجود تجسّس کا جذبہ ہوتا ہے۔ یہی تجسّس انسان کو حقائق کی طرف اور ان کے اصل سرچشمے، یعنی خداوندِ سبحان، کی جانب

رہنمائی کرتا ہے اور اس کے دل میں عمیق اور وسیع آگاہی حاصل کرنے کی تشنگی کو مزید بڑھا دیتا ہے۔(رک: جعفر. سبحانی، مربی نمونہ، ص ۲۲۸.)

سوال اٹھانا مخاطب کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ کسی نئے مفہوم یا موضوع کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ اپنی عقل اور دانایی کے استعمال سے ایک نئی فکری بصیرت تک پہنچ سکے۔ قرآن میں پیش کیے گئے اکثر و بیشتر سوالات کا مقصد محض پوچھنا نہیں بلکہ انسان کے اندر ذوق و شوق پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اپنی آزادانہ مرضی اور ارادے سے سوچے، حقائق کو دریافت کرے، نصیحت حاصل کرے اور اس طرح اپنی عقلی نشوونما میں اضافہ کرے۔

اسی حقیقت کی طرف سورۂ زمر کی آیت ۹ میں اشارہ کیا گیا ہے:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ۔ کیا وہ شخص بہتر ہے جو رات کے اوقات میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت میں مشغول رہتا ہے آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے؟ کہہ دیجیے: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو صرف عقل رکھنے والے ہی حاصل کرتے ہیں۔(ایضاً، ص۴۵۹.)

یعنی اہلِ عقل، سوالات کے پیش آنے کے بعد غور و فکر کرتے ہیں اور اسی فکری کاوش کے نتیجے میں حقیقی اہل عقل داستان سرائی کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

مذکورہ روشوں کے علاوہ ایسے طریقے بھی ہیں جیسے عقلی اور استدلالی مکالمے کا استعمال، تقابل،(. رک: ص/۲۸) قصہ گوئی، (رک: اعراف/۱۷۶.) دوسروں کے نقطۂ نظریات رپر توجہ دینا. (رک: زمر۱۷-۱۸) قضاوت کو مخاطب کے سپرد کرنا. (رک: یونس/۳۴و۳۵) حصول عبرت وغیرہ۔ (رک: یوسف/۱۱۱) ان روشوں کا درست اور بر محل استعمال عقلی تربیت کا باعث بنتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے زیرِ بحث عقلی تربیت کی روشوں سے مراد وہ تدبیریں ہیں جو عقلی تربیت میں بروئے کار لائی جاتی ہیں جن کی مدد سے عقلی پہلو کو بہتر طور پر پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ بھگوت گیتا میں بھی ان میں سے بعض روشوں کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں ان کی چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱: تمثیل کا استعمال

تعلیم و تربیت کے مؤثر اور دل کش روشوں میں سے ایک اہم روش مثالوں کا استعمال ہے۔ بسا اوقات کوئی عقلی اور بظاہر پیچیدہ یا مشکل بات ایک نہایت سادہ اور مانوس مثال کے ذریعے آسانی سے قابلِ فہم بنائی جاسکتی ہے۔ بھگوت گیتا میں بھی بعض مقامات پر اس اسلوب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر باب دہم کے ۲۶تا ۳۲ فقروں کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

| :अश्वत्थ: सर्ववृक्षाणां देवर्षीणां च नारद
|| :गन्धर्वाणां चित्ररथ: सिद्धानां कपिलो मुनि
| उच्चै:श्रवसमश्वानां विद्धि माममृतोद्भवम्
|| ऐरावतं गजेन्द्राणां नराणां च नराधिपम्
| आयुधानामहं वज्रं धेनूनामस्मि कामधुक्
|| :प्रजनश्चास्मि कन्दर्प: सर्पाणामस्मि वासुकि
| अनन्तश्चास्मि नागानां वरुणो यादसामहम्
|| पितृणामर्यमा चास्मि यम: संयमतामहम्
| कलयतामहम्
|| मृगाणां च मृगेन्द्रोऽहं वैनतेयश्च पक्षिणाम्
| पवन: पवतामस्मि राम: शस्त्रभृतामहम्
|| झषाणां मकरश्चास्मि स्रोतसामस्मि जाह्नवी
| सर्गाणामादिरन्तश्च मध्यं चैवाहमर्जुन
|| अध्यात्मविद्या विद्यानां वाद: प्रवदतामहम्

درختوں میں سے میں برگد کا درخت ہوں اور فرشتوں کے درمیان موجود حکما میں سے میں نارَد ہوں۔. (برہما کی اولاد (خداوند)) گندھروؤں . (جنت میں رہنے والے دیوتاوں کے نام) میں میں چترر تھ ہوں. (اسم ارابہ) اور کامل و برگزیدہ ہستیوں میں میں حکیم کپِلا ہوں۔

یہ جان لو کہ گھوڑوں میں سے میں اُچّھے شراوا (دیوتا کے گھوڑے کا نام (خدا)) ہوں، جو آبِ حیات کے حصول کے لیے سمندر بحر الکاہل کے اتھل پتھل کے جانے کے وقت ظاہر ہوا۔ شاہی ہاتھیوں میں میں ایراوت (دیوتا کے ہاتھی کا نام (خدا)) ہوں اور انسانوں کے درمیان میں بادشاہ اور سلطان ہوں۔

ہتھیاروں میں میں بجرا ہوں، (ایک ایسے ہتھیار کا نام جو نیزے سے شباہت رکھتا ہے) گایوں میں سُر بھی ہوں، . (گائے کا نام) تولید و تخلیق کے اسباب میں میں کام دیو (خدا کا نام (ایجاد کرنے والا)) اور سانپوں میں میں واسُوکی (کسی خاص سانپ کا نام) ہوں۔

آسمانی سانپوں (ناگوں) میں میں اننت ہوں، (خدا کا نام) سمندری موجودات میں میں دیوتا وارونا ہوں، (ہوا کے خدا کا نام) آبا و اجداد میں میں آریاما ہوں . (خدا کا نام) اور قانون نافذ کرنے والوں میں میں یَم ہوں، جو موت کا خدا ہے۔

دیووں اور دآیتوں (خدا کا دشمن جیسے جنات) میں میں عبادت گزار پرہلاد ہوں، زمانے کو قابو میں رکھنے والوں میں میں وقت ہوں، حیوانات میں میں شیر ہوں اور پرندوں میں گَروڑ ہوں۔ (ویشنو کا پرندہ اور سواری کا نام (خداوند))

پاک کرنے والوں میں میں ہوا ہوں، ہتھیار کو مہارت سے استعمال کرنے والوں میں میں رام ہوں، مچھلیوں میں میں شارک ہوں اور بہتے دریاؤں میں میں گنگا ہوں۔

اے ارجن ! تمام مخلوقات میں میں ابتدا بھی ہوں انتہا بھی اور درمیان بھی۔ تمام علوم میں میں ذات کا روحانیِ علم ہوں منطق دانوں کے نزدیک میں قطعی اور آخری حقیقت ہوں۔ (. ایضاً، ص۴۹۸ تا ۵۰۲ .)

مندرجہ بالا فقروں میں کرشنا کو مختلف اشیاء اور مفاہیم، جیسے بادشاہت، روحانی علم اور دیگر اعلیٰ مثالوں سے تشبیہ دی گئی ہے تمثیلات کے ذریعے حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ یقیناً ان تمثیلات میں غور و فکر کرنا اور ان کے اسلوب پر توجہ دینا عقل و خرد کی قوت کے ارتقا اور بالیدگی کا سبب بنتا ہے۔

۲: انذار کی روش کا استعمال

اس طریقۂ تربیت میں یہ لازم ہے کہ مربی، زیر تربیت افراد کے اعمال اور ان کے نتائج سے پوری طرح باخبر ہو اور اسی آگاہی کی بنیاد پر اسے اس کے ناپسندیدہ اعمال کے انجام سے خبردار کرے اور ان سے باز رہنے کی تلقین کرے۔ کرشن، ایک زیر تربیت فرد کی حیثیت سے، ارجن کو میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کے ناپسندیدہ نتائج سے آگاہ کرتے ہیں اور اسے اس روش سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

| अथ चेतत्वमिमं धर्म्यं संग्रामं न करिष्यसि
|| ततः स्वधर्मं कीर्तिं च हित्वा पापमवाप्स्यसि
अकीर्तिं चापि भूतानि
| कथयिष्यन्ति तेऽव्ययाम्

सम्भावितस्य चाकीर्ति
|| र्मरणादतिरिच्यते
| :भयाद्रणादुपरतं मंस्यन्ते त्वां महारथा
|| येषां च त्वं बहुमतो भूत्वा यास्यसि लाघवम्
| :अवाच्यवादांश्च बहून्वदिष्यन्ति तवाहिता
|| निन्दन्तस्तव सामर्थ्यं ततो दु:खतरं नु किम् (ایضاً، فصل ۲، فقرہ ہای ۳۳-۳۶.)

اگر تم اپنے دینی فریضے، یعنی جنگ کرنے سے گریز کرو گے تو یقیناً اپنے فرض سے روگردانی کے سبب گناہ کے مرتکب ہو گے اور اس طرح ایک جنگجو کے طور پر اپنی شہرت بھی کھو بیٹھو گے۔ لوگ ہمیشہ تمہیں بدنامی کے ساتھ یاد کریں گے اور ایک باعزت انسان کے لیے بدنامی موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

وہ عظیم سردار جو تمہارے نام اور شہرت کے سبب تمہیں بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ گمان کریں گے کہ تم نے محض خوف کی وجہ سے میدانِ جنگ چھوڑ دیا ہے اور یوں تم ان کی نگاہ میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

جس طرح انسان نئے کپڑے پہن لیتا ہے اور پرانے، بوسیدہ لباس پھینک دیتا یسے ہے اسی طرح روح بھی پرانے اور بے کار جسموں کو چھوڑ کر نئے مادی قالب اختیار کر لیتی ہے۔ تمہارے دشمن تمہیں توہین آمیز الفاظ سے یاد کریں گے اور تمہاری صلاحیتوں کا مذاق اڑائیں گے۔ اس سے بڑھ کر تمہارے لیے اور کیا اذیت ناک ہو سکتا ہے؟ (ایضاً، ص ۱۱۰-۱۱۳.)

فقرہ ۳۴ کی تفسیر میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ اب خداوند کرشن، ارجن کے دوست اور مشیر کی حیثیت سے، میدانِ جنگ سے اس کی روگردانی کے بارے میں اپنا حتمی فیصلہ بیان کرتے ہیں۔ کرشن جی فرماتے ہیں۔

"اے ارجن! اگر تم جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی میدان چھوڑ دو گے تو لوگ تمہیں بزدل کہیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم جنگ میں مارے جاؤ، بہ نسبت اس کے کہ اپنی جان بچانے کے لیے میدانِ جنگ سے فرار اختیار کر کے دائمی بدنامی خرید لو۔" (آ. چ.، بھاکتی ودانتا سوامی، پدابھو پادا، بھاگوتد-گیتا (جیسے کہ ہے) ص ۱۱۲.)

یہ انذار ارجن کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور اسے عقلی و اخلاقی طور پر درست فیصلہ کرنے کی طرف مائل کرنے کے لیے تھا۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

جب شری کرشن ارجن کو انذار کرتے ہیں، یعنی اسے میدانِ جنگ سے روگردانی کے نتائج یاد دلاتے ہیں جیسے شہرت کا زیاں، بدنامی، دشمنوں کی جانب سے توہین آمیز القابات، اس کی صلاحیتوں کا مذاق، لوگوں کا اسے بزدل کہنا اور دائمی ننگ و رسوائی کا دامن گیر ہو جانا، ارجن غور و فکر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی فکری عمل کے نتیجے میں وہ صحیح راستے کی پہچان کر لیتا ہے اور جنگ کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح انذار کا اسلوب عقلی پہلو کی تربیت کے لیے ایک مؤثر روش ثابت ہوتا ہے۔

۳: تفکر و تعقل کی دعوت

عقلی تربیت کے بنیادی روشوں میں سے ایک غور و فکر اور تعقل ہے۔ عقلمندی ہی وہ عنصر ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے سے اور دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ بھگوت گیتا میں بھی تفکر، خصوصاً صحیح اور حقیقت پر مبنی تفکر یعنی درست سوچنے پر خاص زور دیا گیا ہے۔

| श्रीभगवानुवाच

| अशोच्यानन्वशोचस्त्वं प्रज्ञावादांश्च भाषसे

|| गतासूनगतासूंश्च नानुशोचन्ति पण्डिता (ایضاً، فصل۲ فقرہ ی ۱۱.)

کریشن فرماتے ہیں: "تم دانائی کی باتیں کرتے ہو، لیکن ان امور پر غم واندوہ کا اظہار کرتے ہو جو غم کے لائق نہیں۔ اہل عقل و خرد نہ زندوں کے لیے غم کرتے ہیں اور نہ مردوں کے لیے۔" (ایضاً، فصل، ۸۲.) یعنی حقیقی عقلمند وہ ہے جو اپنے دل میں بے جا رنج و غم کو جگہ نہیں دیتا۔

اس فقرے کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ جسم پیدا ہوتا ہے اور اس کا مقدر ہے کہ جلد یا دیر فنا کے مرحلے سے گزرے۔ اس لیے اس فانی مادی قالب کی اہمیت اس ابدی اور جاوداں روح کے برابر نہیں ہو سکتی۔ جو شخص اس حقیقت سے آگاہ ہو، وہی حقیقی معنوں میں عقلمند ہے۔ ایسا انسان جسمانی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں مادی بدن کے بارے میں غم و اندوہ میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ ہی شکوہ و شکایت کرتا ہے۔ (آ. چ.، بھاکتی ودانتا سوامی، پدابھوپادا، بھاگوتد-گیتا (جیسے کہ ہے) ص ۸۳.)

لھذا صحیح فکر کا حامل وہی شخص ہے جو بدن کی فنا اور روح کی بقا پر غور کرتا ہے اور اس فکری تدبر کے ذریعے فانی جسم اور باقی رہنے والی روح کے درمیان فرق کو سمجھ لیتا ہے۔ اس قسم کے ادراکات کے ذریعے وہ اپنی عقلی قوت کو نشو و نما دیتا ہے۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

بھگوت گیتا میں صحیح تفکر کے لیے چند بنیادی محوروں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۳-۱: انسان کی تخلیق میں غور و فکر

بھگوت گیتا میں انسان کی تخلیق کے بارے میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

सर्गाणामादिरन्तश्च मध्यं चैवाहमर्जुन |
अध्यात्मविद्या विद्यानां वादः प्रवदतामहम् ||(. ایضاً، فصل ۱۰، فقرہ ی ۳۲.)

اے ارجن! تمام مخلوقات میں میں ابتدا بھی ہوں، انتہا بھی اور درمیان بھی۔ تمام علوم میں میں ذات کا روحانیِ علم ہوں اور منطق دانوں کے نزدیک میں قطعی اور آخری حقیقت ہوں۔ (آ. چ. . بہاکتی ودانتا سوامی، پدابھو پادا، بھاگوتد-گیتا (جیسا کہ ہے) ص ۵۰۲.)

مندرجہ بالا فقرے کی تفسیر میں، کتاب "یتھا سوروپ" کے مصنف یوں بیان کرتے ہیں:

"تخلیق کے عمل میں سب سے پہلے مادی عناصر کی کلیت وجود میں آتی ہے جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے پوری مادی کائنات ماہاوِشنو، گربھودکاشائی وِشنو اور کشیر ودکاشائی وِشنو کے ذریعے تخلیق کی جاتی ہے اس کا نظام چلایا جاتا ہے اور اس کے بعد وِشنو خدا کے ذریعے اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس طرح برہما ثانوی خالق ہے۔ تخلیق، بقا اور فنا کے یہ تمام عوامل دراصل خداوندِ متعال کی مادی فطرت کی تین کیفیات کے مظاہر ہیں لہٰذا وہی تمام خلقت کا آغاز، درمیانی مرحلہ اور انجام ہے۔ (. ایضاً، ص ۵۰۳.)

انسان کی تخلیق کے بارے میں ہندوؤں کی مقدس کتب، جن میں بھگوت گیتا بھی شامل ہے انسان کے لیے متعدد پیدائش اور موت کا تصور پیش کرتی ہیں، جسے اصطلاح میں آواگمن (تناسخ). (ہندومت میں روح (اتمن) ابدی اور لافانی ہے جبکہ جسم کو جنم اور موت ہے روح جسم کو پرانے لباس کی طرح پھینک دیتی اور نئے لباس پہن لیتی ہے(http://en.wikipedia.org/wiki/Reincarnatio)). کہا جاتا ہے۔ گیتا میں مختلف مقامات پر اس تصور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جن میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

वासांसि जीर्णानि यथा विहाय
नवानि गृह्णाति नरोऽपराणि |
तथा शरीराणि विहाय जीर्णा
न्यन्यानि संयाति नवानि देही || (ایضاً، فصل ۲، فقرہ ی ۲۲.)

جس طرح انسان نئے لباس پہن لیتا ہے اور پرانے، بوسیدہ اور فرسودہ کپڑوں کو پھینک دیتا ہے اسی طرح روح بھی پرانے اور بے کار جسموں کو چھوڑ کر نئے مادی قالب اختیار کر لیتی ہے۔(ایضاً، ص۹۷.)

یعنی فرد کی روح کا ایک مادی جسم سے دوسرے مادی جسم میں منتقل ہونا روح متعال کے لطف و کرم سے ممکن ہوتا ہے۔(آ.چ.، بھاکتی ودانتا سوامی، پدابھوپادا، بھاگوتد-گیتا(ہمان گونہ کہ ہست) ص۹۸.)

۲-۳: عالم ہستی میں غور و فکر

صحیح تفکر کی ایک اور نمایاں صورت عالم ہستی میں غور و فکر کرنا ہے۔ عالمِ وجود روح اور مادہ کے امتزاج سے تشکیل پایا ہے۔(رک ایضاً ، ص۲۳)

بھگوت گیتا میں کائنات کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے:

| एतद्योनीनि भूतानि सर्वाणीत्युपधारय

|| अहं कृत्स्नस्य जगत: प्रभव: प्रलयस्तथा (ایضاً، فصل۷، فقرہ ی۶).

تمام مخلوقات ان دونوں فطرتوں سے جنم لیتی ہیں اور یقین رکھو کہ میں ہی اس جہان میں ہر شے خواہ مادی ہو یا روحانی سب کی پیدائش اور نابودی کا اصل سرچشمہ ہوں۔(ایضاً، ۳۴۸.)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ پوری کائنات ، اپنی نہایت عظیم کائناتی تجلیات کے ساتھ، روح متعال یعنی وشنو کی موجودگی کے باعث ارتقا پذیر ہوتی ہے۔ لہٰذا روح اور مادہ دراصل خداوند کی دو بنیادی قوتیں ہیں، جو ایک ساتھ مل کر اس عظیم مادی کائنات کو ظہور میں لاتی ہیں۔(ایضاً، ۳۲۹.)

لھذا بھگوت گیتا کے نزدیک صحیح فکر کرنے کا روش یہ ہے کہ خلقت انسان اور تخلیقِ کائنات میں غور و فکر کرے۔ ان امور پر توجہ اور ان کی حقیقت میں تدبر انسان کو تعقل پر آمادہ کرتا ہے اس کی ادراکی قوت کو نشو و نما بخشتا ہے اور یوں وہ اس قوت کے درست استعمال کے ذریعے مطلوبہ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔

۳-۳: گذشتہ قوموں کی روآیتوں اور آثار میں غور و فکر

عقلی تربیت کے روشوں میں سے ایک اور اہم روش گذشتہ قوموں کے طور روشوں اور ان کے آثار میں غور و فکر کرنا ہے۔ اگرچہ بھگوت گیتا میں اس موضوع پر کم اشارے ملتے ہیں تاہم ایک مثال ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

اس ضمن میں بھگوت گیتا کے دوسرے باب کے ۱۱اور ۱۲ فقرے میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

| श्रीभगवानुवाच

अशोच्यानन्वशोचस्त्वं प्रज्ञावादांश्च भाषसे |
गतासूनगतासूंश्च नानुशोचन्ति पण्डिता: ||
इष्टान्भोगान्हि वो देवा दास्यन्ते यज्ञभाविता: |
तैर्दत्तानप्रदायैभ्यो यो भुङ्क्ते स्तेन एव स: | |

"تم دانائی کی باتیں کرتے ہو لیکن ان امور پر غم واندوہ کا اظہار کرتے ہو جو غم کے لائق نہیں۔ اہل عقل نہ زندوں کے لیے غم کرتے ہیں اور نہ مردوں کے لیے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نہ میں موجود رہا ہوں نہ تم اور نہ ہی یہ تمام بادشاہ اور آئندہ بھی ہم میں سے کوئی اپنی ہستی سے محروم نہیں ہوگا۔" (ایضاً، ۸۲ و ۸۳.)

۴: سوال پیش کرنے کا اسلوب

انسانی زندگی کی بقا عقل و فکر پر منحصر ہے کیونکہ تعقل ہی وہ واحد عنصر ہے جو انسان کو غیر انسان سے ممتاز کرتا ہے۔

تفکر اور تعقل کی قوت کو بیدار کرنے کے روشوں میں سے ایک نہایت مؤثر روش سوال کرنا ہے۔ سوال اور جستجو صحیح فکر تک پہنچنے کا سب سے مختصر اور بہترین راستہ ہیں۔ سوال فہم و ادراک، تحقیق اور جستجو کا پہلا زینہ اور حقیقت تک رسائی کا نقطۂ آغاز ہے۔ سوال ہی علم اور نئے نظریات کی پیدائش کا سرچشمہ ہے اور دراصل علم کا آغاز سوال سے ہی ہوتا ہے۔ علم کی ترقی اور وسعت سوال کرنے کی مرہونِ منت ہے۔ سوال ہی غور و فکر اور تعقل کا سرچشمہ ہے جو عقل کو توقف، ٹھہراو اور عمق اندیشے پر آمادہ کرتا ہے اور بالآخر عقلی نشوونما کا سبب بنتا ہے۔

جس طرح قرآنِ مجید میں اس اسلوب کو عقل کی تربیت کے لیے استعمال کیا گیا ہے اسی طرح بھگوت گیتا میں بھی اس نہایت اہم طریقے سے عقلی پہلو کی تربیت کی گئی ہے۔ گیتا کے نزدیک اس طریقے کی اہمیت اس قدر ہے کہ اس کتاب کا تقریباً پورا مضمون سوال و جواب کے قالب میں پیش کیا گیا ہے۔ گیتا میں سوال و جواب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ (رک: گیانند جی، گیتا پرینا، ص۱۳۹). ذیل میں اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

باب تیرہ کی آیتوں ۱ سے ۳ میں یوں آیا ہے۔

अर्जुन उवाच |
प्रकृतिं पुरुषं चैव क्षेत्रं क्षेत्रज्ञमेव च |

|| एतद्वेदितुमिच्छामि ज्ञानं ज्ञेयं च केशव
| श्रीभगवानुवाच
| इदं शरीरं कौन्तेय क्षेत्रमित्यभिधीयते
|| :एतद्यो वेत्ति तं प्राहु: क्षेत्रज्ञ इति तद्विद
| क्षेत्रज्ञं चापि मां विद्धि सर्वक्षेत्रेषु भारत
|| क्षेत्रक्षेत्रज्ञयोर्ज्ञानं यत्तज्ज्ञानं मतं मम

ارجن نے کہا: "اے میرے محبوب کرشنا! میں پراکریتی (فطرت)، پُروشا (لذت حاصل کرنے والا)، میدان، میدان کو جاننے والا نیز علم اور موضوعِ علم کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

"اے کونتی کے فرزند! اس جسم کو 'میدان' کہا جاتا ہے اور جو اسے جانتا ہے وہ میدان کا جاننے والا کہلاتا ہے۔"

یہ اسلوب واضح کرتا ہے کہ سوال کے ذریعے نہ صرف فہم کی راہیں کھلتی ہیں بلکہ انسان حقیقت کے ادراک اور عقلی نشوونما کی طرف بھی گامزن ہوتا ہے۔

"اے اولادِ ارتا! تمہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ میں بھی تمام اجسام میں 'جاننے والا' ہوں اور جسم اور اسے جاننے والے کو علم کہا جاتا ہے۔ یہی میری رائے ہے۔" (ایضاً، ص ۵۹۲-۵۹۳)

ارجن نے پراکریتی (فطرت)، پروشا (لذت پانے والا)، کشترا (میدان)، کشتراگیا (میدان کو جاننے والا)، علم اور علم کے موضوع کے بارے میں جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اس نے ان تمام امور کے بارے میں سوال کیا، تو کرشن نے فرمایا:

"یہ جسم میدان کہلاتا ہے اور جو اسے پہچانتا ہے وہ بدن کا جاننے والا کہلاتا ہے۔" (. آ. چ.، بھاکتی ودانتا سوامی، پدابھوپادا، بھاگوتد-گیتا (جیسا کہ ہے) ص ۵۹۲.)

بھگوت گیتا میں سوال و جواب کے اس انداز سے واضح ہوتا ہے کہ شری کرشن کا مقصد ارجن کی فکری قوت کو مہمیز کرنا تھا یعنی گیتا کے مطابق بھی سوال و جواب ایک نہایت اہم روش ہے جو عقلی نشوونما اور خرد کی پرورش میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

جامعة المصطفی العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

خاتمہ

اس مقالہ میں بیان شدہ نکات کے پیشِ نظر درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

۱. قرآن اور گیتا کے مطابق عقل ایک ادراکی قوت ہے جو درست اور نادرست کو تشخیص دیتی ہے اور اس کا صحیح استعمال انسان کی سعادت و کمال کا سبب بنتا ہے۔

۲. قرآن میں گیتا کے مقابلے میں تعقل و تفکر پر زیادہ گفتگو اور زور دیا گیا ہے اور اس موضوع پر قرآن میں ۳۰۰ سے زائد آیتیں موجود ہیں۔

۳. روش کار کے اعتبار سے مثالوں کا استعمال، انذار، غور و فکر، اندیشہ ورزی اور سوال و جواب دونوں کتابوں میں موجود ہیں۔ تاہم قرآن میں ان روشوں کا مقصد زیادہ تر تفکر اور عبرت حاصل کرنا ہے۔ قرآن میں تمام پیغمبروں خصوصاً پیغمبر اکرم ﷺ کو انذار کرنے والا پیش کہا گیا ہے، جو انذار کے روش کار کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

۴. قرآن میں دعوتِ تفکر و تعقل اس انداز سے دی گئی ہے کہ انسان کو عقلی دلیل اور برہان کے ساتھ مسائل کو قبول یا رد کرنے کی ترغیب ملتی ہے جبکہ گیتا میں اس قسم کی مثال کم دیکھائی دیتی ہے۔

۵. سوالات کا مقصد قرآن میں نہ صرف عقلانی تربیت بلکہ انسان شناسی، ہستی شناسی، خداشناسی وغیرہ بھی ہے۔

۶. قرآن میں عقلی مکالمہ اور استدلال کا طریقہ متعدد مقامات پر موجود ہے جس کا بنیادی مقصد عقیدۂ توحید، معاد کی تصدیق اور شرک کے نفی کرنا ہے۔

۷. قرآن میں دیگر متعدد طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں، جیسے تقابل، داستان سرائی، دوسروں کے نظریات پر توجہ، قضاوت کی ذمہ داری فریق مقابل پر چھوڑنا اور عبرت آموزی وغیرہ۔ شاید اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان مختلف روشوں کو بروئے کار لا کر اپنی فکری قوت کو ترقی دے اور مطلوبہ کمال حاصل کرے۔

یہ جامع اور متعدد قسم پر مبنی عقلی تربیت کی روشیں قرآن کی خصوصیت اور امتیاز کو واضح کرتی ہیں۔

کتابیات

قرآن مجید

۱. احسانی، محمد، تربیت عقلانی از منظر قرآن کریم، قم، علوم وفرهنگ اسلامی ریسرچ سینٹر ، اول. ۱۳۹۳ش.

۲. احمدی، سید احمد، اصول و روش ہای تربیت در اسلام، اصفہان، اصفہان یونیورسٹی، ۱۳۸۴ش.

۳. تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمد، غرر الحکم و درر الکلم، قم: موسسہ فرہنگی دار الحدیث، ہشتم، ۱۳۹۵ش.

۴. جرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی، بیروت، چہارم، ۱۴۱۸ق.

۵. جوادآملی، عبداللہ، تفسیر موضوعی قرآن کریم، مرکز ناشر: اسراء، قم، دوم، ۱۳۷۹ش.

۶. حکمت، علی اصغر، امثال القرآن، تہران، بنیاد قرآن. ۱۳۸۹ش.

۷. حکیمی، محمد رضا، علی، ترجمہ الحیاہ، دفتر تبلیغات اسلامی، تہران، ۱۳۶۳ش.

۸. حاجی دہ آبادی، محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، قم: مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ (ص)، سوم، ۱۳۹۵ش.

۹. دلشاد تہرانی، مصطفیٰ، سیری در تربیت اسلامی، تہران، ناشر: دریا، ہفتم، ۱۳۸۳ش.

۱۰. دلشاد تہرانی، مصطفیٰ، سیرہ نبوی "منطق عملی": سیرہ فردی، تہران : دریا، ہشتم، ۱۳۹۴ش.

۱۱. دہخدا، علی اکبر؛ لغت نامہ دہخدا، تہران، موسسہ ناشر، تہران یونیورسٹی ، ۱۳۷۹ش.

۱۲. راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، چاپ اول، ۱۴۲۳ق.

۱۳. رضوی، سید محمد، فرہنگ امثال القرآن، امیر کبیر تہران، ۱۳۸۳ش.

۱۴. سبحانی، جعفر، مربی نمونہ، ق دفتر تبلیغات اسلامی، قم، چاپ چہارم، ۱۳۷۳ش.

۱۵. شریعتمداری، علی، روانشناسی تربیتی، تہران: روانشناسی تربیتی، امیر کبیر، ہیجدہم، ۱۳۸۵ش.

۱۶. شریعت مداری، علی، تعلیم و تربیت اسلامی، ناشر امیر وکبیر، تہران، ۱۳۷۹ش.

۱۷. طباطبایی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، بیروت، چاپ دوم، ۱۳۹۰ه. ق.

۱۸. طباطبایی، محمد حسین، مترجم: موسوی، محمد باقر، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، دفتر انتشارات اسلامی، قم، چاپ پنجم، ۱۳۷۴ش.

۱۹. عمر، احمد عمر، منہج التربیہ فی القرآن والسنہ، دمشق، دار المعرفہ، ۱۴۱۶ق.

۲۰. کاردان، علی محمد و ہمکاران، فلسفہ تعلیم و تربیت، تہران، سمت، ۱۳۷۲ش.

۲۱. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، علی اکبر غفاری، تہران، دارالکتب الاسلامیہ، ۱۳۸۸ش.
۲۲. گیانند جی، گیتا پرینا، دہلی، منوج پبلیکیشن، چہارم، ۲۰۱۴م.
۲۳. مطہری مرتضی، مجموعہ ی آثار، قم، صدرا، ششم، ۱۳۸۹ش.
۲۴. مکارم شیرازی، ناصر، ترجمہ قرآن (مکارم)، جلد۱، دفتر مطالعات تاریخ و معارف اسلامی - ایران - قم، دوم، ۱۳۷۳ش.
۲۵. نظام نامہ ی تربیتی، معاونت فرہنگی تربیتی، جامعہ المصطفیٰ. قم.
۲۶. ودانتا سوامی پربھو پادا، آ. چی. بھاکتی، بھاگواد – گیتا (جیسا کہ ہے)، انتشارات دانش جاودان، تہران، چاپ سوم.، ۱۳۸۳ش.
۲۷. نرم افزار جامع تفاسیر نور ۳.